بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

فرقہ واریت کے اسباب

آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ایک اخبار میں شائع ہونے غیرمقلد کے اعتراضات بنام "مسلمان اور فرقہ وایت آخر کیوں؟" کے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسکت جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند دن پہلے اخبار پاکستان میں مرزا زاہد نامی شخص نے ایک مضمون ''مسلمان اور فرقہ واریت آخر کیوں؟'' کے نام سے لکھا تھا اس مضمون میں جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے امت مسلمہ کے سادہ لوح افراد کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ زیادہ غور وفکر کیا جائے تو ایک جدید فرقے کے نظریات کا بیان نظر آتا ہے۔جس کے ڈانڈے غیر مقلدیت سے جا ملتے ہیں۔مرزا صاحب نے اس مضمون میں مصلح اور ہمدرد کا لباس پہن کر اپنے باطل نظریات کو انتہائی سہولت سے بیان فرما دیا اگر وہ اسی بات کو اپنے اصل روپ میں ظاہر ہو کر بیان کرتے تو شاید کوئی شخص بھی ان کی باتوں پر کان نہ دھرتا۔اس مضمون میں کئی باتیں قابل غور ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

۱۔ کہ مسلمان صرف فقہی اختلاف کیوجہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔

۲۔ ایک فرقے والا دوسرے فرقے والے سے ہاتھ ملانا پسند نہیں کرتا۔

۳۔ ایک امام کے پیروکار دوسرے امام کے پیروکار کو کافر کہنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

۴۔ درود شریف پڑھنے والوں کو سرکار ﷺ کے نزدیک مبغوض قرار دینا۔

۵۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہادی مسائل کو بے جا تنقید کا نشانہ بنانا۔

۶۔ امت مسلمہ کو اس بات کا مشورہ دینا کہ آئمہ وصحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک طرف رہنے دو۔

۷۔ تقلید آئمہ اربعہ کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے خلاف قرار دینا۔

۸۔ مسلمان ہونے کے لیے صرف یہی شرط رکھنا کہ جو کلمہ طیبہ کی گواہی دے اور ختم نبوت پر ایمان رکھے وہ مسلمان ہے۔

۹۔ صحاح ستہ میں وارد احادیث اور آئمہ فن حدیث کے نزدیک مقبول احادیث کو موضوع اور ضعیف قرار دینا ان کے علاوہ دیگر غلط باتیں لکھیں۔

اب میں ان نکات کے بارے میں انتہائی اختصار کے ساتھ لکھوں گا تا کہ قاری کے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔مگر حق و باطل میں بھی تمیز ہو جائے اور لوگ زاہد مرزا اور اس کے ہم خیال ٹولہ کی کذب بیانی سے بھی باخبر

ہو جائیں۔

اولا

مرزا صاحب نے امت مسلمہ کی سادہ عوام کو مذاہب اربعہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہی مکاتب فکر سے برگشتہ کرنے کے لیے بے دلیل دعویٰ کیا کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں یہ الزام حقیقت سے بعید اور جھوٹ پرمبنی ہے۔ بلکہ اس وقت بھی اگر ساری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کا مشاہدہ کیا جائے تو کہیں بھی اس بات کے نام ونشان بھی نہیں ملیں گے اس کے برعکس چاروں فقہی مکاتب فکر کے افراد ایک دوسرے کا اکرام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس میں کچھ حرج بھی نہیں جانتے ہاں ان مذاہب اربعہ کے علاوہ آخری زمانے میں کچھ جدید فرقے نمودار ہوئے ہیں کہ جن کے عقائد ومسائل مذاہب اربعہ سے یکسر مختلف ہیں۔انھیں ساری دنیا کے مسلمان براجانتے ہیں جسکی مثال بارہویں صدی میں پیدا ہونے والے غیر مقلد اور مقلد وہابی فرقے (تبلیغی جماعت) کی ہے۔ان شاء اللہ اس کے بارے میں مختصر معلومات ذیل میں آرہی ہیں۔

ثانیا

مرزا صاحب نے لکھا کہ ایک فرقے والا دوسرے فرقے والے سے ہاتھ ملانا پسند نہیں کرتا۔مرزا صاحب نے یہاں وضاحت نہیں کی کہ ان کی فرقہ سے کیا مراد ہے آیا فرقے سے مراد مذاہب اربعہ ہیں تو ان کی یہ بات سراسر الزام ہے اور جھوٹ پرمبنی ہے۔کیونکہ عرب ممالک جہاں پر عموماً مذاہب اربعہ سے تعلق رکھنے والے افراد ایک بڑی تعداد میں ایک ساتھ رہتے ہیں وہاں اس قسم کی کوئی بات نہ دیکھنے کو ملی ہے نہ ہی اس قسم کی خبر کہیں پڑھنے کو ملی ہے اور نہ ہی کسی کی زبانی سنا ہے بلکہ یہ حضرات تو ایک دوسرے کے پروگرامز میں شرکت کرتے ہیں بلکہ محفل میلاد اور بزرگان دین کے اعراس پر تو ان کی اجتماعیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور اگر مرزا صاحب کی فرقوں سے مراد مختلف عقائد رکھنے والے فرقے مراد ہیں تو یہ بات کسی حد تک درست ہے اور یہ کوئی غیر اسلامی بات نہیں بلکہ عین کتاب وسنت اور عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مطابق ہے مثلا ایک گمراہ فرقہ صحابہ کبار علیھم الرضوان پر نہ صرف تبرّا کرنا جائز سمجھتا ہے بلکہ اسے باعث ثواب بھی سمجھتا ہے بلکہ ان کی کتب سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت کے لالچ میں دین سے پھر گئے تھے (معاذ اللہ) مگر مرزا

صاحب کے نظریات کے مطابق یہ افراد بہت پکے سچے مومن ہیں۔ان کو برا کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کلمہ طیبہ کا تلفظ کرتے ہیں اور ختم نبوت پر ایمان کا دعوٰی بھی کرتے ہیں لہذا مرزا صاحب کے نزدیک یہ گلے سے لگائے جانے کے قابل ہیں مگر اس کے برعکس صاحب وحی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟

صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام بخاری و مسلم نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا تقسیم کرے تو ان کے ایک مد کو نہ پہنچے اور نہ ہی آدھے کو پہنچے۔''

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو ان سے کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو''۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث کو خطیب نے بھی روایت کیا اور ایک حدیث مرفوع میں ہے کہ آخری زمانے میں ایک فرقہ ہوگا جو رافضی کہلائیگا وہ اسلام کو چھوڑ دینگے پس ان کو قتل کرو بے شک وہ مشرکین ہیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہمارے اہلبیت کی محبت کا دعوہ کریں گے۔''ولیسو کذا لک انھم یسبّون ابابکر وعمر۔'''' مگر وہ ایسے نہیں ہونگے وہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہیں گے۔''اور ایسے ہی صواعق محرقہ میں بھی نقل کیا گیا۔''

﴿مرقاۃ المفاتیح﴾

اب میں مرزا صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے تو گستاخ صحابہ پر لعنت کرنے قتل کرنے اور مشرکین ہونے کا حکم لگایا ہے جبکہ مرزا صاحب کے نزدیک ان کے باطل نظریات کے مطابق گستاخ صحابہ سے بھی رواداری کا مظاہرہ کیا جائے بلکہ توجہ کی جائے تو خود مرزا صاحب بھی اسی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام کے اجتہادی مسائل کے اختلاف پر نہ صرف بے جا تنقید کی ہے بلکہ امت مسلمہ کو یہ گمراہ کن مشورہ بھی دیا ہے کہ آئمہ اور صحابہ کو ایک طرف رہنے دو ایسے ہی لوگوں کے بارے ابن عدی نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے شریر ترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ کے بارے میں بے باک ہونگے۔'' ﴿مرقاۃ۔ج۱۰۔ص۶۷۔۳۶۶﴾

اسی طرح ایک گمراہ فرقے سے بچنے کا حکم فرمایا اور اس کی نشانی بیان فرمائی۔

''ان کی پہچان سر منڈانا ہے یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ خلقت میں بدترین ہیں۔''

﴿مشکوٰۃ ج۱۔کتاب القصاص باب قتل اہل الردہ﴾

پھر بخاری جلد اول کتاب الانبیاء میں اور مسلم و مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے۔

''اگر ہم انہیں پاتے تو قوم عاد کی طرح قتل کر دیتے۔''

ساری دنیا جانتی ہے کہ اس زمانہ میں سر منڈانا کس فرقہ کا شعار ہے۔اور ان (تبلیغی جماعت) کا طرۂ امتیاز کیا ہے؟ اسی طرح صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام احمد اور ابوداؤد شریف حدیث نقل فرمائی کہ:۔

''فرقہ قدریہ اس امت کے مجوس (آتش پرستوں کی طرح) ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو انکی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو انکے جنازوں میں شرکت نہ کرو۔'' ﴿مشکوٰۃ۔ص۲۲﴾

اسی طرح ایک دوسری حدیث بحوالہ ابوداؤد شریف نقل فرمائی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''قدریہ فرقہ والوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ نہ کرو اور انہیں سلام و کلام میں پہل نہ کرو۔''(مشکوٰۃ)

جس طرح امت کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے سچے امتیوں کو حکم فرمایا انہوں نے اس پر بعینہٖ عمل کر دکھایا۔'' صاحب مشکوٰۃ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص نے آپکو سلام کہا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس نے دین میں نئی بات نکالی ہے (اس شخص کا عقیدہ خراب ہوگیا تھا) اگر واقعی اس نے ایسا کیا ہے تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔'' ﴿مشکوٰۃ﴾

ان تمام احادیث پر نظر کرنے کے بعد یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ حضور ﷺ تو بدمذہبوں یعنی گمراہ فرقوں سے

بائکاٹ کا حکم فرماتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر بعینہ عمل کر دکھاتے ہیں مگر پندرھویں صدی کا ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ نہیں یہ سب باتیں غلط ہیں وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ کو آخری نبی ماننے والے ہیں لہذا ان کا نہ صرف احترام کیا جائے بلکہ سینوں سے لگایا جائے اب میں اپنے عوام بھائیوں کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو بات آئمہ اربعہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں کہی کہ ہم لوگوں نے انہیں صاحب وحی ﷺ کے مقام پر بٹھا دیا ہے جبکہ یہ بات حقیقت کیخلاف ہے بلکہ مرزا صاحب خود اس مقدس مقام پر فائز ہونے کے لیے بے قرار ہیں جبھی تو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنی خود ساختہ سوچ کو رائج کرنے کے لیے یہ مضمون لکھنے کی ہمت کی ہے ورنہ اگر وہ متبع سنت ہوتے تو اہل حق کا ساتھ دینے اور امت مسلمہ کو گمراہوں سے بچنے کا مشورہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

"فلا تقعدبعد الذکر ی مع القوم الظالمین ۔"

﴿سورۃ الانعام پ ۷ آیت ۶۸﴾

ترجمہ: تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ثالثاً

مرزا موصوف نے لوگوں کے دلوں میں اپنے جدید نظریات کے لیے جگہ پیدا کرنے کے سلسلے میں پھر مغالطہ آفرینی سے کام لیتے ہوئے ایک بے بنیاد بات آئمہ اربعہ کے پیروکاروں کی طرف منسوب کردی کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں تا کہ لوگوں کے دلوں سے مذاہب اربعہ کی محبت نکل جائے اور ان کے خود ساختہ نظریات کے لیے وسعت ہو جائے۔ ہم اس سلسلہ میں مرزا صاحب سے صرف اتنی درخواست کریں گے کہ اگر یہ درست ہے تو کسی مستند کتاب کا حوالہ بمع صفحہ نمبر اور ایڈیشن و پبلیشر کے بیان کر دیں۔ ان شاء اللہ مرزا صاحب قیامت تک ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اسکے برعکس یہ بات ثابت ہے کہ آئمہ اور ان کے پیروکار ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر دو رکعت ادا کر کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چاروں آئمہ کے مقلدوں نے ایک دوسرے کے امام کے بارے میں ضخیم

کتابیں لکھ کر اپنی دلی محبت واحترام کا اظہار کیا ہے۔

رابعاً

موصوف نے سیاہ اور سبز لباس پر تنقید کرتے ہوئے درود شریف پڑھنے والوں کو سرکار دو عالم ﷺ کے نزدیک مبغوض ترین قرار دیا جس پر قیاس آرائی کے سوا کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ حالانکہ سیاہ اور سبز عمامہ اور سبز لباس تو خود رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ درود شریف پڑھنے کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک قرآن مجید میں موجود ہے۔ کثرت درود شریف کے بارے میں تو حدیث شریف میں وارد ہوا کہ درود شریف کی کثرت سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کی علامت ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے شفا شریف میں یہ حدیث شریف نقل فرمائی کہ:۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

> ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ عزّ وجل اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور دس اس کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔'' اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفاء میں حدیث شریف نقل فرمائی کہ'' حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت میں میرے پاس کچھ اقوام آئیں گی کہ میں انہیں ان کے کثرت درود شریف سے پہچانوں گا''۔
>
> ایک دوسری روایت ہے کہ قیامت کے دن قیامت کی ہولنا کیوں سے سب سے پہلے انہیں نجات ملے گی جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پاک پڑھنے والے ہونگے''۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا گناہوں کو اتنی جلدی مٹاتا ہے کہ جتنی جلدی پانی آگ کو نہیں بجھاتا اور ان پر سلام پڑھنا غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے ان کے علاوہ بھی درود شریف کے فضائل میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی مذمت میں بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو درود شریف نہیں پڑھتے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ تو کثرت درود کو اپنی محبت کی علامت قرار دیں گناہوں کی معافی، رفع درجات، حصول حسنات، قیامت کی ہولنا کیوں سے بچانے والا قرار دیں اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی درود شریف کو گناہوں کو مٹانے والا اور سلام کو غلام آزاد کرنے سے افضل قرار دیں مگر اس کے برعکس مرزا صاحب

کو الہام ہوا کہ درود شریف پڑھنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ معاذ اللہ ایذائے رسول ﷺ کا سبب بنے گا۔ میں مرزا صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے اپنی بات بیان نہیں کی حالانکہ آپ نے یہ مضمون اپنے زعم میں اسی لیے لکھا تھا کہ لوگوں کو اتباع رسول ﷺ کی طرف لایا جائے مگر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود شریف والوں کے بارے میں وارد فضائل کا صرف اس لیے انکار کردیا کہ یہ درود پڑھنے والے آپکے خود ساختہ نظریات سے متفق نہیں ہیں کیا یہ اپنے آپ کو مقام رسول ﷺ پر فائز کرنے کی کوشش نہیں ہے حالانکہ ان پر وحی آتی تھی آپ کو کس نے الہام کیا کہ درود شریف پڑھنے والے رسول اللہ ﷺ کی نظر میں مبغوض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

''افرأیت من اتخذ الٰهه هواه''۔ ﴿سورۃ الجاثیۃ پ۲۵ آیت ۲۳﴾

بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔

خامساً

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتہادی اختلافات کو تنقید کا نشانہ بنایا جو کہ صحابہ کرام کی شان میں سراسر بے ادبی و گستاخی ہے کیونکہ خود رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام کی آراء مختلف ہوئیں تو آقا دو جہاں ﷺ نے کسی کو غلط نہیں فرمایا بلکہ دونوں ہی کو جائز رکھا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی عصر کی نماز ادا نہ کرے مگر بنو قریظہ میں۔ مگر راستے ہی میں عصر کے وقت میں ان میں سے بعض کو آلیا ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے کہ جب تک بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم راستے ہی میں نماز عصر ادا کریں گے کیونکہ ہم سے یہ (نماز قضا کرنا) نہیں چاہا گیا پس یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے کسی پر سختی نہ فرمائی۔

حافظ احمد بن علی حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت فتوح الباری میں بحوالہ بیہقی اور طبرانی کے تفصیلا بیان فرمائی۔ اس کے راوی عبید اللہ بن کعب ہیں وہ روایت اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

'' نبی ﷺ نے حکم فرمایا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی پہنچ کر پڑھنا تو لوگوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے

مگر جب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا مگر راستے ہی میں غروب آفتاب کے وقت دونوں گروہوں میں مباحثہ ہوا پس ایک گروہ نے نماز عصر راستے ہی میں ادا کر لی مگر دوسرے گروہ نے چھوڑ دی اور کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل پیرا ہیں ہم پر کوئی گناہ نہیں پس نبی اکرم ﷺ نے بھی کسی پر سختی نہ فرمائی۔

اس حدیث شریف کی شرح میں مختلف آئمہ نے یہ بات بیان فرمائی کہ مجتہد کو اختلاف کا حق ہے اگر اس کا اجتہاد درست ہے تو اس کے لیے دو نیکیاں ہیں اور اگر وہ خطا پر ہے تو اسے ایک نیکی ملے گی۔ حافظ ابن قیم نے اس حدیث شریف کی شرح میں فرمایا کہ صحابہ کرام کے دونوں فریقین میں سے ہر ایک کے لیے اپنی صدق نیت کی وجہ سے ثواب ہے مگر جس فریق نے راستے ہی میں نماز ادا کر لی تھی اسے دو ثواب ملیں گے ایک نیکی تو اس بات پر کہ انہوں نے آقا ﷺ کے جلدی کرنے کے حکم پر عمل کیا اور ایک نیکی نماز کی محافظت کے بارے میں وارد حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے اور دوسرے گروہ پر سختی اس لیے نہیں فرمائی تھی کہ انہوں نے حکم کے ظاہر پر عمل کیا تھا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اجتہاد کیا اسی لیے آپ کے ظاہر حکم پر عمل کرنے کے لیے نماز قضا کر دی تھی۔ ﴿فتوح الباری﴾

اب میں مرزا صاحب سے یہ معلوم کرنے کی جرأت کروں گا کہ نبی کریم ﷺ تو وہ ذات ہیں جن پر وحی آتی تھی ان کی خدمت میں تو جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوتے تھے وہ تو معصوم تھے انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف دیکھا اختلاف بھی کوئی چھوٹا موٹا نہیں بلکہ ایسا اختلاف کہ جس کی وجہ سے ایک گروہ نے نماز بھی قضا کر دی پھر انہوں نے بھی کسی پر سختی نہیں فرمائی کسی کو غلط قرار نہیں دیا اسی طرح علماء حدیث نے کسی کو برا نہیں کہا مگر مرزا صاحب نہ تو آپ پر وحی آتی ہے نہ ہی جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے ہیں اور نہ ہی آپ معصوم ہیں پھر بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تنقید کرنے سے ذرا عار محسوس نہیں کرتے۔ کیا آپ کا یہ طرز عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے یکسر مختلف نہیں ہے یقیناً ہر ذی انصاف یہ بات تسلیم کرے گا کہ آپ کا طرز فکر وعمل رسول اللہ ﷺ کے طرز فکر وعمل سے جدا ہے لہذا یہ طرز فکر وعمل کسی کی رہنمائی تو کیا کرے گا بلکہ الٹا صراط مستقیم سے دور کر دے گا۔

سابعا

مرزا موصوف نے صحابہ کرام اور آئمہ کرام کے اختلافات ذکر کر کے امت مسلمہ کو یہ گمراہ کن مشورہ بھی دیا ہے کہ وہ صحابہ کرام اور آئمہ کرام کو چھوڑ دیں۔فقیر نے اس سلسلے میں نقطہ ۶ میں حدیث شریف کے حوالے سے وضاحت کر دی ہے کہ ہر اختلاف برا نہیں ہے بلکہ اگر مجتہدین فروعی مسائل میں نیک نیتی سے اختلاف کریں تو دونوں ہی کے لیے اجر وثواب ہے قرآن مجید میں اسکا بیان موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور سلیمان علیہ السلام کی درستی بیان فرمائی مگر کسی پر عتاب نہیں فرمایا بلکہ فرمایا''

وکلا اٰتینا حکما و علما۔'' ﴿سورۃ الانبیاء پ ۱۷ آیت ۷۹﴾

''اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔''

مشکوٰۃ کتاب الامارہ باب العمل فی القضاء بحوالہ بخاری ومسلم ہے۔

جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کے دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اسکو ایک ثواب ہے۔ یہی معاملہ صحابہ کرام اور آئمہ کرام کا ہے ان کے مابین جو اختلاف واقع ہوا وہ اجتہادی اختلاف تھا اور اجتہادی اختلاف کا واقع ہونا کوئی بری بات نہیں ہے ورنہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے منع فرمادیتے بلکہ اس کے برعکس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو دونوں ہی کے لیے ثواب کی بشارت دی۔

مگر مرزا صاحب کی تو منطق ہی نرالی ہے جس بات کو رسول اللہ ﷺ تو برا نہ سمجھیں بلکہ ثواب کی بشارت سنائیں لیکن مرزا صاحب کے نزدیک وہی بات گمراہی بلکہ امت میں تفرقے کا باعث ہے اسی لیے نہایت بے باکی سے امت مسلمہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ کرام رحمہ اللہ کو چھوڑنے کا مشورہ دیا اب مرزا صاحب ہی انصاف فرمائیں کہ صاحب وحی کے مقابلے میں کون اپنی فکر رائج کرنا چاہتا ہے کس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کرسی پر بٹھانے کی کوشش کی ہے۔

ثامنا

مرزا صاحب نے تقلید آئمہ اربعہ کو اطاعت رسول ﷺ کے خلاف قرار دیا کیونکہ مرزا صاحب کے زعم فاسد کے مطابق آئمہ کرام نے جو اجتہادی مسائل بیان کیے ہیں وہ سب یا اکثر کتاب اللہ عزّ وجل اور

سنت رسول ﷺ کے خلاف ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بے بنیاد دعویٰ لکھ تو دیا مگر اس پر کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اوران شاءاللہ اس بے بنیاد دعویٰ پر کبھی بھی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اس کے برعکس فقیر انتہائی جرأت سے کہتا ہے کہ آئمہ اربعہ نے جتنے بھی اجتہادی مسائل بیان فرمائے وہ سب کے سب کتاب اللہ عزّ وجل اور سنت رسول ﷺ اوراجماع امت پر مبنی ہیں جبھی تو آئمہ کرام نے انتہائی جرأت سے فرمادیا کہ ''اگر ہمارا کوئی قول کتاب وسنت کے خلاف ہوتو اسے دیوار پر دے مارو''یقیناً آئمہ اربعہ نے یہ بات اسی لیے کہی ہے کہ انھوں نے اپنے تمام مسائل کتاب وسنت ہی سے اخذ فرمائے ہیں ورنہ کوئی دروغ گواور غیر مخلص شخص یہ بات کہنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتا۔
اگراعتراض کیا جائے کہ جب ان کی بنیاد قرآن وسنت ہی ہے تو اختلاف کیوں؟ تو فقیر عرض کرے گا کہ اس کا جواب نکتہ نمبر ۶ اور ۷ میں دیا جاچکا ہے۔یعنی کسی نے اصل کلام پر عمل کیا اور کسی نے ظاہر کلام پر کہ جس طرح عصر کی نماز میں صحابہ کرام کا عمل سامنے آیا۔

الحمدللہ! امت مسلمہ کو آئمہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے سینکڑوں سال گزر چکے ہیں بڑے بڑے مفسرین ،محدثین ،فقہاء کرام اور دیگر فنون کے ماہرین پیدا ہوئے کسی نے بھی آئمہ اربعہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ وہ خود بھی کسی نہ کسی امام کے پیرو رہے حتی کہ صحاح ستہ کے مؤلفین بھی مقلد ہی تھے پھر پندرھویں صدی میں ایک شخص یا چند افراد کا ٹولہ آئمہ کی پیروی کی مخالفت کرے تو انکی بات کا کیا اعتبار؟ بلکہ حدیث شریف میں تو ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو امت کی اجتماعیت کو توڑنا چاہتے ہوں۔مشکوٰۃ باب الامارہ میں بحوالہ مسلم شریف ہے کہ:

> ''حضور ﷺ فرماتے ہیں جو تمہارے پاس آئے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہے کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کردے تو اسے قتل کردو۔''

اہم نکتہ یہ ہے کہ شافعی حضرات تو امام شافعی کی پیروی پر متفق ہیں اوراسی طرح حنفی، مالکی اور حنبلی بھائیوں کا معاملہ ہے کہ وہ سب کے سب اپنے اپنے آئمہ کی پیروی پر متفق ہیں مگر مرزا صاحب ہر ایک کو مشورہ دے رہے ہیں کہ آئمہ کو چھوڑ دو بلکہ جو بات ہم بیان کررہے ہیں اسے مانو یعنی بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ آئمہ کی پیروی چھوڑ کر ہماری پیروی اختیار کرلو اب فقیر قارئین سے ملتمس ہے کہ وہ حدیث شریف کی روشنی میں مرزا صاحب کا خود ہی فیصلہ فرمالیں۔

تاسعا

مرزا صاحب نے مسلمان ہونے کے لیے صرف یہی شرط بیان کی کہ جو کلمہ طیبہ کی گواہی دے اور ختم نبوت پر ایمان رکھے وہ مسلمان ہے۔ یہ بات اپنی حقیقت کے اعتبار سے تو درست ہے کہ کلمہ طیبہ کی گواہی دینے والا اگر کلمہ طیبہ کے تقاضوں پر عمل کرے تو وہ مسلمان ہے اور کلمہ طیبہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر معاملے میں اللہ عزّ وجل اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے مگر مرزا صاحب کے مضمون سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ان کی مراد یہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر کوئی ظاہری طور پر کلمہ طیبہ اور ختم نبوت کا اقرار کرے پھر چاہے جو کچھ کرے وہ مسلمان ہی رہے گا۔ مثلاً کسی نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے علم کو (معاذ اللہ تعالیٰ) گائے، گدھے، گھوڑے بلکہ تمام حیوانات بچے اور پاگل کے علم کے مثل قرار دیا۔ کسی نے کہا کہ شیطان کا علم غیب تو نص سے ثابت ہے مگر سرور عالم ﷺ کا علم کسی نص سے ثابت نہیں لہذا آپ ﷺ کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے اور کسی نے اپنی کتاب میں کہا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی ماننا عوام کا خیال ہے بالفرض ان کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی آجائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کسی نے اپنی کتاب میں اللہ ﷻ کی مقدس ذات کے لیے جھوٹ کو ثابت کیا۔ اور یہ سب باتیں کہنے والے ایک فرقے کے مذہبی پیشوا ہیں کہ جن کی یہ باتیں آج تک بڑی ڈھٹائی کے ساتھ شائع کی جارہی ہیں قرآن وحدیث کی رو سے یہ لوگ دائرہ اسلام سے نکل چکے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ عزّ وجل اور حبیب ﷺ کی شان میں گستاخیاں بکی ہیں مگر مرزا صاحب کے نزدیک یہ لوگ بہت پکے سچے مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ ساری زندگی طوطے کی طرح کلمہ پڑھتے رہے ہیں مرزا صاحب کا یہ طرز فکر بھی سراسر قرآن کے خلاف ہے حالانکہ اللہ عزّ وجل کے نزدیک ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

”قل أبالله واٰيته ورسوله كنتم تستهزؤن لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم“ ﴿پ۸سورۃ التوبہ آیت ٦٦﴾

”تم فرماؤ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔“

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کا شان نزول بیان فرماتے ہوئے لکھا کہ ایک مرتبہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنی گم ہوگئی تو انھوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری اونٹنی کے بارے میں بتایئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہاری اونٹنی کی نکیل فلاں مقام میں ایک درخت میں اٹک گئی ہے

اس پر کچھ ظاہری طور پر کلمہ طیبہ پڑھنے والے اور نماز روزہ رکھنے والے لوگوں نے کہا کہ محمد ﷺ غیب کیا جانیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اللہ جلّ جلالہ نے ان کے نماز روزے کی اور کلمہ کی رعایت نہ کی بلکہ ان پر کھلم کھلا کفر کا فتویٰ صادر فرمایا گیا اب میں اپنے محترم قارئین سے مخاطب ہوں کہ آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا صاحب کا طرز فکر قرآن کے مطابق ہے یا قرآن کے خلاف۔

عاشرا

مرزا صاحب نے صحاح ستہ میں وارد کئی احادیث اور آئمہ فن کے نزدیک مقبول احادیث کو بلاثبوت موضوع وضعیف قرار دیا اسکی وجہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے خودساختہ نظریے کو کسی بھی صورت میں صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ انتہائی بے باکانہ اقدام ہے جس شخص کے دل میں ذرا بھی خوف خدا عزوجل وشرم رسول ﷺ ہوگی ہر گز ہرگز ایسا نہیں کرے گا وہ احادیث کہ جن کو مرزا صاحب نے ضعیف وموضوع قرار دیا ہے میں ان احادیث کے بارے میں آئمہ فن حدیث کے حوالے سے گفتگو کرونگا ان شاء اللہ مرزا صاحب کی دروغ گوئی کی حقیقت عیاں ہوجائے گی۔مرزا صاحب نے سب سے پہلے جس حدیث کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے۔وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت سے متعلق ہے وہ حدیث شریف یہ ہے۔''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جسکی پیروی کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔''اس حدیث شریف کو صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ رزین کے مشکوٰۃ شریف میں نقل فرمایا حدیث مبارکہ تفصیلاً ان الفاظ میں ہے۔

> ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو مجھے وحی فرمائی اے محمد ﷺ تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں کہ ان کے بعض بعض سے قوی ہیں اور سب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لیا جس پر وہ ہیں تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کے علم حدیث کا شہرہ ساری امت مسلمہ میں ہے اسکے بارے میں فرماتے

ہیں کہ ابن الربیع محدث فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ایسے ہی علامہ جلا الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف کی احادیث کی تخریج میں بیان فرمایا اسی طرح ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے امام رافعی کی احادیث کی تخریج میں بیان فرمایا اور ابن حزم کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس کے نزدیک موضوع ہے مگر محدث بیہقی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ابن حاجب میں اس حدیث شریف پر گفتگو فرمائی اور اس کو جامع الاصول میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

میں نے یہ بحث علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کی مرقات کے حوالے سے انتہائی اختصار سے نقل کی ہے محدثین میں سے کسی نے بھی اس کو موضوع قرار نہیں دیا سوائے ابن حزم کے۔ اور ابن حزم کا رد ابن حجر علیہ الرحمہ نے بیہقی کے حوالے سے کر دیا۔ تو پتا چلا کہ آئمہ فن حدیث کے نزدیک یہ حدیث شریف مقبول ہے بلکہ اس کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے جبھی تو بڑے بڑے محدثین نے یہ حدیث شریف اپنی کتابوں میں روایت کی۔ ہاں اگر مرزا صاحب اسکا انکار کریں تو ان کی بات کا کیا اعتبار کیونکہ یہ معاملہ حدیث کا ہے اور حدیث کے معاملے میں تو ماہرین حدیث کی بات مانی جائے گی۔

اسی طرح مرزا صاحب نے ایک حدیث شریف کو موضوع لکھ دیا مگر اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا وہ حدیث یہ ہے کہ۔ ’’میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔‘‘ اگر مرزا صاحب کی یہ باتیں من وعن تسلیم کر لی جائیں تو کوئی بھی گمراہ فرقہ اپنے باطل نظریات کے خلاف وارد احادیث کو موضوع قرار دے کر رد کر دے گا۔ بہر حال میں یہاں محدثین کے حوالے سے اس حدیث شریف کی فنی حیثیت نقل کیے دیتا ہوں۔

تذکرۃ الموضوعات میں علامہ محمد طاہر بن علی الہندی الفتنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مقاصد میں حدیث ’’میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔‘‘ کو بیہقی کے حوالے سے بیان کیا گیا اور انہوں نے ضحاک سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طویل حدیث روایت کی ہے۔ ’’اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔‘‘ اس حدیث شریف کو طبرانی، دیلمی اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سند منقطع سے روایت کیا ہے امام عراقی فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ نے فرمایا کہ یہ حدیث شریف لوگوں میں مشہور ہے اس حدیث شریف کو ابن حاجب نے اپنے رسالے ’’**المختصر فی القیاس**‘‘ میں روایت کیا

ہے اس حدیث کے بارے میں بہت سوال اٹھے اور بعض آئمہ نے گمان کیا کہ اس کی کوئی سند نہیں ہے مگر خطابی نے اس کی سند بھی بیان کی ہے اور اعتراض کرنے والوں پر رد کیا ہے امام سبکی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو بیضاوی کے حاشیہ پر نقل فرمایا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی حدیث شریف کو نقل فرمایا۔ علامہ سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی نے ''اتحاف السادة المتقین'' میں اس حدیث شریف کے بارے میں لکھا کہ امام زین الدین عراقی نے فرمایا کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو رسالہ اشعریہ میں بغیر سند کے انہیں الفاظ میں روایت کیا ہے اور اسے مدخل کی طرف سند کیا ہے چند سطور بعد علامہ زبیدی فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث جو مدخل میں بیان کی گئی ہے کہ کتاب اللہ میں سے جو کچھ حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور کسی کو چھوڑنے کی اجازت نہیں پس اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو میری گزشتہ سنت پر عمل کیا جائے اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو جو کچھ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اس پر عمل کرو کیونکہ میرے صحابہ ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ پس جس کی بات کو لے لیا تو ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔'' امام سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس طریقے پر اس حدیث شریف کو امام طبرانی اور دیلمی نے اپنی سند میں روایت کیا علامہ زبیدی مزید فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابونصر سنجزی نے ابانہ میں اور خطیب ابن عساکر نے اپنی تاریخوں میں اور علامہ سیوطی نے الجامع الکبیر میں اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے علامہ زبیدی علیہ الرحمہ نے اس حدیث شریف کے بارے میں اور بھی حوالہ جات پیش کیے ہیں جن میں چند یہ ہیں الحلیمی نے کتاب الشہادات میں اسی طرح قاضی حسین اور امام الحرمین نے اس حدیث شریف کو نقل کیا امام زرکشی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں فرمایا کہ اس حدیث شریف کو نصر المقدسی نے کتاب الحجہ میں مرفوعاً اور بیہقی نے کتاب مدخل میں روایت کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف نہ کرنا میری خوشی کا باعث نہ ہوتا کیونکہ اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کرتے تو امت کو رخصت کس طرح ملتی۔ امام عراقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی ایک مرسل سند ہے جسے آدم بن عیاض نے کتاب العلم و الحکم میں بیان فرمایا ہے۔ علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین نے کنز العمال میں اس حدیث شریف کے بارے میں فرمایا کہ اس حدیث ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔'' کو نصر المقدسی نے کتاب الحجہ میں روایت فرمایا اور بیہقی نے رسالة الاشعریہ میں بغیر سند کے روایت کیا اور الحلیمی، القاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہ نے اس کو روایت فرمایا

ان محدثین نے اس حدیث شریف کو شاید ان حفاظ حدیث کی کتابوں سے نقل فرمایا کہ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ بڑے بڑے محدثین مختلف کتب کے حوالے بیان فرما کر اس حدیث شریف کی تائید کر رہے ہیں اور روایت ودرایت کے اعتبار سے اس حدیث کو صحیح مان رہے ہیں کسی محدث نے بھی اسے من گھڑت کہنے کی جرأت نہیں کی بلکہ جسے اس کی سند پر اطلاع نہ ملی تو اس نے بھی حسن ظن سے کام لیا مگر مرزا صاحب کا معاملہ ہی عجیب ہے بڑے دھڑلے سے موضوع کہہ دیا۔ مرزا صاحب اسے موضوع کیوں کہہ رہے ہیں قارئین کرام تو اس کی وجہ جان ہی چکے ہوں گے بہر حال اس سلسلے میں مرزا صاحب کی بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے جب کہ ماہرین حدیث کے نزدیک یہ حدیث شریف اپنی سند اور مفہوم کے اعتبار سے ثابت ہے۔ اور جہاں تک مرزا صاحب کی عقلی دلیل کا تعلق ہے کہ اختلاف رحمت نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تو جھگڑا ہی جھگڑا ہے تو اس سلسلے میں فقیر عرض کرے گا کہ مرزا صاحب کی یہ بات کم علم لوگوں کے بارے میں تو درست ہے مگر جہاں تک مجتہدین کے اختلاف کا معاملہ ہے وہ واقعی رحمت ہے جیسا کہ میں نے نقطہ نمبر 6 اور 7 میں حدیث شریف میں نقل کی ہے اگر مجتہدین کا اختلاف بھی جھگڑا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کسی نہ کسی فریق پر ضرور شدت فرماتے مگر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نہیں کیا تو پتا چلا کہ مجتہدین کا اختلاف رحمت ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب نے صحاح ستہ میں وارد حدیث پر تنقید کی اور اسے ضعیف قرار دیا حالانکہ حدیث کی یہ وہ کتابیں ہیں کہ جن کے بارے میں امت مسلمہ کے تمام محدثین کا اتفاق ہے ان میں صحیح احادیث کا التزام کیا گیا ہے وہ حدیث درج ذیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا وہی کچھ میری امت میں ہوگا یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی حرامی نے سرعام اپنی ماں سے حرام کاری کی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے یعنی جیسے ایک جوتا دوسرے کے ساتھ عین ناپ کر بنایا جاتا ہے بنی اسرائیل کے بہتر (72) فرقے ہوئے اور میری امت کے (73) فرقے ہونگے جن میں سے 72 دوزخی ہونگے اور ایک جنتی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر ہوگا۔''

مرزا موصوف نے اس حدیث شریف پر نسائی شریف کی سند پر تحفہ عابدی کے حوالے سے تنقید کی اور اسے ضعیف قرار دیا حالانکہ خود ہی نے یہ بات لکھی کہ یہ حدیث کافی کتابوں میں آئی ہے۔ میں مرزا صاحب سے یہ بات پوچھنا چاہوں گا کہ مرزا صاحب آپ نے اس حدیث کی باقی اسناد کے بارے میں کیوں نہیں لکھا اور مرزا صاحب

باقی اسناد کے بارے میں لکھتے بھی کیوں اگر لکھ دیتے تو خود کا نظریہ ہی منہدم ہو جاتا۔

محترم قارئین! یاد رہے کہ اس حدیث مبارک کو صاحب مشکوٰۃ نے امام ترمذی، امام ابوداؤد، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھا ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے امام ابوداؤد نے 73 فرقوں کے متعلق دو مختلف اسناد سے روایت کیا۔ ابن قیم جوزیہ نے لکھا کہ ترمذی نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہی حدیث شریف سعد عوف بن مالک اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ اسی طرح سے ابن قیم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث چند الفاظ کے اختلاف سے روایت کی ہے کہ: ''بنی اسرائیل 72 بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت عنقریب 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے اور فرمایا کہ وہ جماعت ہے۔''

اگر کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو اور ان میں سے ایک کے سوا تمام سندیں بھی ضعیف ہوں تو اس حدیث شریف کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ اس کی ایک سند تو مضبوط ہے اور بالفرض ایک حدیث شریف کی ساری کی ساری سندیں ضعیف ہوں تو بھی وہ حدیث ضعیف نہیں کہلاتی بلکہ تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

اب مرزا صاحب کی جرأت دیکھنے کے قابل ہے کہ 73 فرقوں والی حدیث کی اسانید میں سے صرف ایک ہی میں ضعف ملا تو موصوف نے باقی صحیح اسانید سے مروی احادیث کو بھی رد کر دیا یہ طریقہ کار منکرین حدیث کا ہے کہ جب کوئی حدیث اپنی مرضی کے مطابق ہوئی تو مان لی ورنہ حدیث شریف کو ضعیف و موضوع کہہ کر رد کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گمراہ فرقے کے بارے میں بھی خبر دی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد میں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

> ''خبردار تمہیں وہ شخص دھوکا میں نہ ڈال دے جو اپنے صوفے پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا اس کے پاس میرا حکم آئے گا جسے میں نے یا تو کرنے کا حکم دیا ہوگا یا اس سے منع کیا ہوگا تو وہ شخص کہے گا ہم نہیں جانتے ہمیں جو کچھ کتاب اللہ میں ملے گا ہم اس کی پیروی کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انکار حدیث کے فتنے سے محفوظ فرمائے (آمین)

مرزا صاحب نے سواد اعظم سے متعلق حدیث شریف کو بھی غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے وہ حدیث شریف

درج ذیل ہے۔

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی اور اگر اختلاف دیکھو تو سواد اعظم (جن کی تعداد زیادہ ہو) کا ساتھ دو۔''

اس حدیث شریف سے پچھلی حدیث شریف میں نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے امت کے بھولے بھالے اور دلائل میں غور فکر کی صلاحیت نہ رکھنے والے افراد کو حق کی پہچان کا نہایت آسان اور ستھرا طریقہ بتا دیا کہ جس شرعی معاملے میں امت کی اکثریت متفق ہو تو وہی حق ہے۔ اس معیار کے مطابق دیکھا جائے تو تمام امت (آئمہ اربعہ) چاروں اماموں کی تقلید پر متفق ہے لہذا تقلید آئمہ ہی حق ہے اور اسی میں امت کے لیے بھلائی بھی ہے کیونکہ انہوں نے جو کچھ مسائل بیان فرمائے وہ قرآن وحدیث واجماع امت کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں لیکن اگر لوگ مرزا صاحب کے مشورے کے مطابق تقلید آئمہ چھوڑ دیں تو ہر شہر بلکہ ہر محلے بلکہ ہر گلی ہی میں نہیں بلکہ ہر گھر میں کئی کئی مجتہد اٹھ کھڑے ہونگے اور ہر شخص یہی دعویٰ کرے گا کہ قرآن وحدیث سے جو حکم میں نے اخذ کیا ہے وہی صحیح ہے اس سے مسلمانوں میں ایسا عظیم افتراق وانتشار برپا ہوگا کہ ہر جگہ جنگ کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غیر مقلد افراد پہلے پہل تو اپنے بڑے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں مگر جب خود حدیث کا ترجمہ براہ راست پڑھنا شروع کرتے ہیں تو اپنے ہی مولویوں سے اختلاف شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں پھر اس معاملے میں شدت آتی ہی چلی جاتی ہے معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ وہ شخص سب کو گمراہ سمجھتا ہے کسی کی توحید کو خالص نہیں سمجھتا اسی لیے خود اکیلا ہی اذان دے کر نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو سچا اہل حدیث سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غیر مقلدیت کے گمراہ کن مسلک سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

مذکورہ حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ سواد اعظم کا ذکر کیا گیا اور سواد اعظم کے تو وہی معنی معتبر ہونگے جو کہ محدثین نے بیان فرمائے ہیں علامہ علی قاری علیہ الرحمہ مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں اس لفظ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سواد اعظم سے بڑی جماعت مراد ہے یعنی جس پر مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ مگر مرزا صاحب اس لفظ کی بے بنیاد تاویل اور مغالطہ آفرینی کے لیے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کربلا کو غلط انداز میں پیش کیا حالانکہ جو لوگ تاریخ کربلا سے واقف ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ نظریہ کے اعتبار سے امام

حسین رضی اللہ عنہ ہی کی جماعت اکثریت میں تھی اول تو یوں کہ تمام اہل مکہ و مدینہ اور دیگر بلاد اسلام کے لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت ہی میں تھے مگر جسمانی فاصلہ حائل تھا پھر دوم یہ کہ خود اہل کوفہ بھی دلی طور پر امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کو حق پر سمجھتے تھے مگر انہوں نے یزید کے خوف اور دنیا کے لالچ کی وجہ سے حق بات کا اظہار نہیں کیا اس موقع پر فرزوق نامی شاعر نے کیا خوب کہا ''اے امام ان کوفیوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں یزید کے ساتھ ہیں'' لہذا مرزا صاحب کا واقعہ کربلا سے استدلال کرنا سراسر غلط اور مغالطہ آفرینی ہے بلکہ اس کے برعکس یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی جماعت اکثریت میں تھی جبھی تو ساری دنیا یزید کو برا کہتی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو اچھا۔ اگر اکثریت یزید کے ساتھ ہوتی تو یزید کو کوئی بھی برا نہیں کہتا کیونکہ کوئی بے وقوف ہی اپنے ہم نظریہ لوگوں کو برا کہے گا۔

مرزا صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے متعلق ایک اور حدیث کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے اس حدیث کے آخری کلمات درج ذیل ہیں۔ ''تو تم اس وقت میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔'' اچھی طرح مضبوطی سے پکڑ لینا بلکہ داڑھوں سے مضبوطی سے پکڑ لینا کیونکہ جس نے میری اور میرے خلفاء راشدین کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہوگا۔''

اسی مفہوم کی دیگر احادیث ابوداؤد و ترمذی وغیرہ میں بھی روایت کی گئی ہیں مگر مرزا موصوف کا اس حدیث شریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں خلفاء راشدین کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس لیے کہ ان کے نزدیک صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی کرنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے خلاف ہے بلکہ ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہیں تھے جبھی تو مرزا صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کو الگ دین کی پیروی کرنا کہا ہے مرزا صاحب کی یہ بات سراسر گمراہی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ساری زندگی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتے ہوئے گزاری جبھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اگر معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی نیا طرز عمل اختیار کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز بھی ان کے بارے میں یہ کلمات نہ فرماتا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم فرماتے بلکہ مرزا صاحب کے برعکس عظیم صحابی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

''جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ وفات یافتہ بزرگوں کی راہ چلے کہ زندہ پر فتنہ کی امن نہیں وہ بزرگ

نبی اکرم ﷺ کے

صحابہ ہیں جو اس امت میں بہترین، دل کے نیک، علم کے گہرے، اور تکلف میں کم تھے اللہ عزّ وجل نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی ﷺ کا دین قائم کرنے کے لیے چن لیا ان کی بزرگی مانو ان کے آثار قدیم پر بقدر طاقت چلو ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے ﴿مشکوٰۃ﴾

پھر مرزا موصوف نے اہلسنت و جماعت (حنفی مسلک) کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسئلے پر تنقید کی۔ وہ مسئلہ درج ذیل ہے۔

''اگر کسی عورت کا خاوند گم ہو جائے یعنی نہ تو اس کا پتہ چلے کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی اس نے کبھی خرچہ بھیجا ہو اور نہ ہی کبھی کوئی اطلاع تو وہ عورت اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی جب تک اس کے خاوند کے ہم عمر ساتھی زندہ ہیں اس کو بھی زندہ ہی تصور کیا جائے گا۔'' مرزا نے اس مسئلہ کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا اور مذکورہ مسئلے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے قرار دیا فقیر اس سلسلے میں صرف یہی عرض کرے گا کہ مرزا صاحب نے اپنی جہالت کہ بنا پر یا پھر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور اہلسنت سے بغض و عناد کی وجہ سے اس مسئلے کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے قرار دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم نے یہ مسئلہ اپنی رائے سے بیان نہیں فرمایا بلکہ حدیث شریف سے اخذ فرمایا ہے۔ جسے امام دارقطنی نے سوار بن مصعب سے روایت کیا ہے وہ حدیث شریف درج ذیل ہے۔

''مفقود (یعنی جو شخص غائب ہو گیا ہو اور اسکی اطلاع نہ ہو) کی بیوی اسی کی بیوی رہے گی۔ جب تک اس کے بارے میں اطلاع نہ آجائے۔''

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے امام عبدالرزاق اپنی مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ

'حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی بیوی کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک ایسی عورت ہے جسے امتحان میں مبتلاء کیا گیا ہے اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کہ اسے موت یا طلاق کی اطلاع ملے۔''

اور جہاں تک عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتوے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں عظیم محقق کمال الدین رحمہ اللہ نے فتح

القدیر میں محدث ابن ابی یعلیٰ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

اب فقیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا صاحب اور ان کے ہم خیال ٹولے کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس قسم کے کھوکھلے نعروں سے متأثر ہونے کی بجائے اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کیا کریں کیونکہ مرزا صاحب کا یہ نعرہ ظاہری طور پر تو بہت پر کشش ہے مگر اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کے نتائج واثرات امت مسلمہ کے لیے انتہائی خوف ناک ہیں مرزا صاحب کا اس نعرے ''صحابہ اور اماموں کو ایک طرف رہنے دو'' سے شاید کوئی کم عقل ہی متأثر ہو۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ امت مسلمہ میں ایک نیا فرقہ جنم لے لے گا ہاں اگر واقعی امت کی اصلاح مقصود ہے تو پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا پڑے گا اور اسی گروہ کا ساتھ دینا ہوگا جو کہ نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کے طریقے پر ہے اور اس کی پہچان سواد اعظم ہے جو بھی اس عظیم گروہ سے جدا ہوگا وہ جہنم ہی کی طرف جائے گا۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ امام احمد اور ابوداؤد کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ:۔

> ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو جماعت (سواد اعظم) سے بالشت بھر بھی دور ہوا تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹا اتار دیا۔''

اسی طرح امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

> ''کہ بے شک اللہ تعالیٰ میری امت یا محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو اس سے علیحدہ ہوا وہ آگ میں علیحدہ ہوا۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جدید زمانے کے لوگوں کے جدید قسم کے پرفریب نعروں سے متأثر ہونے کی بجائے اپنے آقا ومولا محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سواد اعظم **اھل سنت و جماعت** کا ساتھ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہی سے بچائے اور سواد اعظم اہل سنت کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وبارک وسلم۔